حضرت عبداللہ بن مسعود ''صاحب النعلین السواک والسواد''

Hazrat Abdullah ibn Masood "Sahib Nahalin Sawakwal Walsud"

*ڈاکٹر فرزانہ جبین

Abstract

Hazrat Abdullah Ibn-e-Mas'ud was a great companion of Holy Prophet (PBUH). He was also known by the Kunya Abu Abdulrahman. It was not long before Abdullah Ibn-e-Mas'ud became a Mulsim and offered to be in the service of the Prophet. Abdullah Ibn-e-Mas'ud remained closely attached to the Prophet. He would attend to his needs both inside the house.He was known with the title of Saheb-e-Nalaen o Siwak o Sawad. The Prophet once said about him, at the dawn of the calling to Islam "You are a knowledge youth." The Prophet also said about him"whoever wants to recite the Qura'n the way it is originally revealed, and then he should recite it as the way of Ibn-e-Umm-e-Abd, recite. The Prophet had always desired to make Ibn-e-Mas'ud a leader of men. During the period of first pious caliph Hazarat Abu Bakr he was an important member of government and during the reign of Hazrat Umar, he was sent to Kufa to educate the Muslims, where he established a Madarsa. In first half of second century of Hijra, Abdullah Ibn-e-Mas'ud Madarsa becaome the centre of Hanfi School of thought.

Keywords: *Ibn-e-Umm-e-Abd, Saheb-e-Nalaen o Siwak o Sawad, Knowledge youth.*

---

*۔اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ اسلام، جامعہ کراچی

حضرت مسروقؒ کا قول ہے کہ صحابہ کی مثال پانی کے تالابوں کی ہے، ایک تالاب ایسا ہے جس سے ایک سوار سیراب ہو،ایک ایسا ہے جس سے دس سوار سیراب ہوں،ایک ایسا جس سے روئے زمین کے آدمی سیراب ہوجائیں، عبداللہ بن مسعود ان ہی میں سے ہیں(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بلاشک وشبہ درجۂ اولین میں سعادت اسلام سے بہرہ ور ہونے والوں میں صحابیت وعلمیت کے نمایاں وممتاز مقام پر فائز ہیں۔

والد مسعود اور والدہ ام عبد بنت عبدود دونوں جانب سے آپ کا سلسلۂ نسب قبیلہ بنو ہذیل سے ملتا ہے۔ زمانہ جاہلیت سے یہ قبیلہ بنو زہرہ کا حلیف تھا کیونکہ آپ کے والد نے بنو زہرہ کے عبد بن حارث سے دوستانہ حلیفی قائم کی تھی۔(۲) آپ کے والد طلوع اسلام سے قبل ہی دنیائے فانی سے رخصت ہو چکے تھے۔(۳) البتہ آپ کی والدہ دولت ایمانی سے سرفراز ہوئیں اور نہ صرف رسول اللہ ﷺ سے بیعت کا شرف حاصل کیا بلکہ رسول اکرم ﷺ اور ازواج مطہرات کی بھی خدمت گزار رہیں۔(۴)

آپ اپنی والدہ ام عبد کے نام کی مناسبت سے ابن ام عبد کی کنیت سے معروف ہوئے تاہم آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ کی کنیت ثانیہ ابو عبدالرحمٰن، رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ ہے۔ بعدازاں ۷۱ھ میں صاحبزادے کی پیدائش کے بعد اسی کنیت کی منابت سے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تجویز کیا گیا۔(۵)

آپ پست قامت، ضعیف الجثہ اور گہرے گندم گوں رنگ کے مالک تھے۔ اپنی پتلی اور کمزور ٹانگوں کا آپ کو بے حد احساس تھا چنانچہ آپ ہمیشہ انہیں چھپائے رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے اس سلسلے میں مروی ہے کہ ''میں رسول اللہ ﷺ کے لیے درخت اراک (پیلو جس کی مسواک کرتے ہیں) میں سے کچھ چنا یا توڑا کرتا تھا تو قوم میری پنڈلی کی باریکی پر ہنسی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ کس بات پر ہنستے ہو؟ قوم نے عرض کی، ان کی پنڈلی کی باریکی پر۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''وہ میزان میں احد سے زیادہ وزنی ہیں''(۶)

آپ عالمانہ وقار وتمکنت کے مالک، خوش لباس، سادہ خوراک، نفاست پسند اور طبعاً سنجیدہ انسان تھے۔ طبعی نفاست پسندی نے خوشبو کا شائق بنا دیا تھا اور دائرہ اسلام میں داخلہ سے قبل رسول اللہ ﷺ کا دیدار اسی شوق کا مرہون منت تھا۔ اس بارے میں آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں کے ساتھ خوشبو کی چیزیں خریدنے مکہ آیا۔ یہاں خوشبو وعطریات کے تاجر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ چاہ زمزم پر تھے۔ خریداری کی گفتگو کے لیے ہم ان کے ہمراہ بیٹھ گئے، اسی اثناء میں سرخی مائل سفید رنگ، چمکدار دندان، گھنی داڑھی، پر گوشت ہتھیلیوں، سفید لباس میں ملبوس ایک صاحب باب الصفاء سے داخل ہوئے، ان کے داہنی جانب ایک خوبصورت کم عمر

لڑکا تھااور پیچھے ایک باحجاب خاتون تھیں۔تینوں شخصیات حجر اسود کے قریب آئیں، علی الترتیب اس کو بوسہ دیا، بعد ازاں سات مرتبہ کعبہ کا طواف کیا،اور رکن یمانی کے سامنے آکر ہاتھ اٹھائے، تکبیر کہی،اور نماز ادا کی۔چونکہ مکہ میں ہم نے یہ نئی بات دیکھی تھی لہٰذا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے معاملہ دریافت کیا۔آپ نے بتایا کہ یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ ہیں۔دوسرا لڑکا بھی میرا بھتیجا علی ابن ابی طالب ہے، خاتون بی بی خدیجہؓ اُن کی زوجہ ہیں۔یہ تینوں ایک نئے دین کے پیروکار ہیں۔(۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی دوسری بار زیارت کے موقع پر نہ صرف بالمشافہ گفتگو کا شرف حاصل کیا بلکہ قبول اسلام کی سعادت بھی حاصل کی۔اس بارے میں آپ خود روایت کرتے ہیں کہ :"میں سن تمیز کو پہنچ گیا تھااور مکہ کے نواح میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرا رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ وہاں سے گزرے۔حضرت نے مجھ سے کچھ دودھ طلب کیا۔میں نے عرض کی کہ میرے پاس یہ مویشی کسی کی امانت ہیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جو گابھن نہ ہو،اس استفسار پر میں ایک بکری آپ ﷺ کے پاس لے گیا۔رسول اللہ ﷺ نے اس کے پیر باندھ دیے اور اس کے تھن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا فرمائی یہاں تک کہ تھن دودھ سے بھر گیا۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک مقعر پتھر لے آئے۔آپ نے دودھ دوہا۔ پھر دونوں حضرات نے اسے نوش جاں کیا۔بعد ازاں حضور ﷺ نے تھنوں کو سکڑ جانے کا حکم دیا۔اور تھن سکڑ گئے۔ میں نے یہ سارا واقعہ دیکھ کر حضور ﷺ سے درخواست کی مجھے بھی یہ علم سکھا دیجئے۔حضور ﷺ نے جواب دیا کہ "لڑکے تم نے تو بہت کچھ سیکھ رکھا ہے۔"(۸) حضور ﷺ کے اس معجزے نے گویا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قلبی کائنات کو یکسر تبدیل کر دیا اور آپ جلد ہی امن و سلامتی کے قافلے میں شامل ہو گئے۔اس وقت آپ کی عمر مبارکہ پندرہ تا بیس سال کے درمیان بتائی جاتی ہے۔(۹)

ابن اثیر نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مکہ میں کتاب اللہ کی اعلانیہ تلاوت کرنے والے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ایک دن اصحاب رسول آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ قریش نے قرآن کو بآواز بلند کبھی سماعت نہیں کیا۔کیا کوئی شخص ان کو یہ کلام سنا سکتا ہے ؟اس موقع پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری اٹھائی۔اصحاب رسول نے تردد کا اظہار کیا کہ ان کے نزدیک اس کار گزاری کی ذمہ داری قریش کے کسی بااثر قبیلہ سے تعلق رکھنے والے کو انجام دینی چاہئے تھی تاکہ قریش کی جانب سے ممکنہ ایذارسانی سے بااثر قبیلہ اپنے ہم قبیلہ کو محفوظ رکھے۔لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے

فرمایاکہ فکرنہ کرومیرا اللہ میری حفاظت کرنے والاہے۔دوسرے دن چاشت کے وقت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم کے نزدیک قریش کے سامنے بآواز بلند سورہ رحمٰن کی تلاوت کی۔ متوقع طور پر جواباً قریش نے زدو کوب کیا۔اسی حال میں آپ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے۔صحابہ رسول نے تشویش کااظہار کیاتوفرمایاکہ: ''خدا کی قسم یہ دشمنان خدامیری نظر میں ایسے بے حقیقت کبھی نہ تھے۔ جیساکہ اس وقت تھے۔اگرتم چاہو تو میں یہ سعادت کل بھی انجام دے سکتاہوں۔تاہم صحابہ نے اس امر کی ممانعت کردی۔''(۱۰)

مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد ہی آپ کارابطہ رسول اکرم ﷺ سے اتنا قوی ہوگیاکہ آپ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کواپنی ذات سے مخصوص کرلیا۔آپ کواذنِ رسول حاصل تھاکہ پردہ اٹھاکر خدمت میں چلے آئیں، راز کی باتیں سنیں تاوقتیکہ روک دیے جائیں۔ باہر تشریف آوری کے وقت نعلین مبارک پہناتے، عصاء لے کر آگے چلتے، مجلس کے قریب پہنچ کر نعلین مبارک اتار کر بغل میں دبالیتے، عصاء پیش کرتے۔ مراجعت کے وقت یہی عمل دہرایاجاتا۔ واپسی پراول حجرہ میں داخل ہوتے۔ان خدمات جلیلہ وعظیمہ کی انجام دہی کے نتیجہ میں صحابہ اکرامؓ میں آپ ''**صاحب النعلين السواك السواد**'' یعنی نعلین مبارک مسواک اورراز کے محافظ کے لقب سے معروف تھے۔(۱۱)

وصال نبوی تک آپ کو سفر وحضراور صلح وجنگ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت نصیب ہوئی یہاں تک کہ جو شخص بھی آپ کو رفاقت رسول ﷺ میں دیکھتا، حضور کے خاندان ہی کاایک فرد سمجھتا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں:

> ''جب میں اپنے بھائی کے ساتھ پہلے پہل یمن سے مدینہ آیااور دربار رسالت میں حاضر ہواتو حضرت عبداللہ ابن مسعود اور ان کی والدہ کو رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سمجھتارہاکیونکہ وہ آپکے پاس بہت جایاکرتے تھے اور ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔''(۱۲)

شب وروز کی اس رفاقت کے نتیجہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کواپنے ہمعصر صحابہ کرام کی جماعت میں سب سے زیادہ علم نبوی کے مالک وخازن ہونے کاشرف حاصل ہوا۔رفاقت رسول اللہ ﷺ میں رہ کر اپنی خداداد ذہنی صلاحیتوں اور فکررساسے کام لیتے ہوئے علم نبوی کاوسیع خزانہ سمیٹ لیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرات شیخین نے انہیں یہ خوشخبری دی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایاکہ جو شخص یہ چاہتاہے کہ قرآن کریم جس طرح نازل ہواہے اسی طرح اس کی تلاوت پر مضبوطی سے جمارہے اسے چاہیے کہ قرآن کریم کی تلاوت ابن اُمّ عبد کی قرأت پر کرے۔(۱۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بذات خود اپنی اس خوبی سے آگاہ تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

'' قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ کی کتاب میں کوئی سورہ ایسی نہیں، مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور کوئی ایسی آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ کس بات میں نازل ہوئی اور اگر میں کسی کو جانتا کہ کتاب اللہ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور اونٹ اس تک پہنچ سکتے ہیں تو میں ضرور سوار ہو جاتا''۔ (۱۴)

آپ نے بڑی محنت اور ذوق و شوق سے قرآن حاصل کیا کہ آگے چل کر قرآن کے سب سے بڑے عالم کہلائے۔ اس حوالے سے حضرت علقمہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر کسی شخص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے بارے میں بے دلی اور لاپروائی کی شکایت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غضبناک انداز میں اس شخص کو جواب دیا کہ ایک شب میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی پہنچا تو ایک شخص کی قرأت کی آواز سنائی دی، آپ ہمہ تن گوش اس قرأت کی سماعت کرنے لگے۔ سماعت کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ نزول قرآن کی مانند قرأت کا ارادہ کرنے والا ابن مسعود کی مانند قرأت کرے۔ (۱۵)

ابن مسعود نے قرآن کی تعلیم براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے آپ ﷺ سے قرآن کی ستر سورتیں یاد کی ہیں جن میں مجھ سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔''(۱۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سات حفاظ قرآن (حاملین قرآن) کی اس جماعت میں شامل ہیں جس نے قرآن کا ملاً حفظ کر کے آنحضرت ﷺ کے روبرو پیش کیا تھا۔ آپ نے قرآن کی تعلیم کی خدمت کے لیے اس جماعت کو مقرر کیا۔ قرآن کی سب سندیں اسی جماعت تک پہنچتی ہیں۔ کتابوں کے آغاز اور اجازت ناموں (سندوں) میں ان ہی کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

''مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو، بخدا کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق مجھے یہ پتہ نہ ہو کہ آیا رات کو نازل ہوئی ہے یا دن کے وقت، سنگلاخ زمین پر نازل ہوئی ہے یا نرم زمین پر۔''(۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علم قرآن میں درک و فہم کے جس درجہ پر فائز ہیں اس کا اندازہ اس امر سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ نے خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن کی تعلیم وتدریس کی خصوصی سند عطا فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' قرآن چار آدمیوں سے سیکھو، ابن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور ابو حذیفہ کے مولیٰ سالم سے۔''(۱۸)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں کہ :''جو خوبی چند آدمیوں میں پائی جائے اور اس سلسلے میں جس کا نام پہلے لیا جائے تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خوبی اس میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔''(۱۹)

سند قرآن ہی کی بابت حضرت حذیفہؓ سے ترمذی میں ایک روایت ہے۔

''جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تمہیں پڑھائیں وہ پڑھو۔''(۲۰)

حضرت ابن مسعودؓ حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد وصال نبوی تک (علاوہ قیام حبشہ کی مدت) آپ کے دامن سے وابستہ رہے اور چونکہ ہمہ وقت خدمت رسول ﷺ کا خصوصی شرف بھی آپ کو حاصل رہا چنانچہ خصائل نبوت آپ کی ذات میں سرایت کر گئے تھے۔ آپ خصائل نبوی کا ایسا نمونہ بن گئے تھے کہ آپ کے معاصر صحابہؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی سیرت و اخلاق اور کردار کے مماثل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مانند کوئی دوسرا صحابی نہ تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا کہ اتباع سنت کرنے والے سب سے بڑے صحابی کون ہیں؟ تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لیا۔(۲۱)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ پیروی رسول اور اتباع سنت میں ہمعصر صحابہ کرام پر کس قدر فوقیت رکھتے تھے اس کا اندازہ ابوالاحوص کی اس روایت سے ہوتا ہے کہ جب حضرت ابن مسعود کی وفات ہو گئی تو میں ابو موسیٰؓ کے پاس حاضر ہوا۔ ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا تمہارا کیا خیال ہے کیا ابن مسعود نے اپنے جیسا کوئی شخص پیچھے چھوڑا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، لو سنو! جب ہم کو آپ ﷺ کے دربار میں روک دیا جاتا تھا تو ان کو پھر بھی اجازت مل جاتی تھی اور جب ہم غائب ہوتے تھے تو وہ حاضر باش رہتے تھے۔ گویا زندگی میں بھی کوئی ان کی مانند آنحضرت ﷺ کا مقرب نہ تھا تو اب ان کے بعد ان کا مثل کون ہو سکتا ہے۔(۲۲) اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اتباع کتاب و سنت اور پیروی عمل رسول اللہ کے عشق کے نتیجہ میں آپ آنحضرت کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے تھے۔

آپ کے معاصر صحابہ آپ کے علمی مقام و مرتبہ سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ آپؓ کے فضل و تقدم اور پیشوائی کا اعتراف کیا کرتے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: ''یہ شخص کس قدر فقہ سے بھرا ہوا ہے۔'' حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابن مسعود جیسے عالم کی موجودگی میں ہم سے کوئی مسئلہ نہ پوچھو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کی علمی حالت کی بناء پر بے انتہا تعلق تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے خاص تعلق تھا جس کا اظہار انہوں نے مختلف مواقع پر کیا۔ ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بابت سوال کیا گیا تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ وہ عالم قرآن السنہ ہیں اور علم میں کافی ہیں۔(۲۳)

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے سند علم اور ہمعصر صحابہ کرام کی جانب سے اعتراف علم و فضل کے باوجود آپ تقلیل روایت کے قائل تھے۔ الفاظ حدیث میں شدید احتیاط کرتے تھے۔ قال رسول فرماتے ہوئے کانپ اٹھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ علم کثرت روایت کو نہیں کہتے بلکہ علم خوف خدا کو کہتے ہیں۔ عمرو بن میمون کا قول ہے:

> ''میں ایک برس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ایک دن بھی سوائے ایک دفعہ کے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت حدیث نہ کی۔ نہ ''قال رسول اللہ'' کے الفاظ ادا کیے۔ صرف ایک بار حدیث بیان کی۔ اور ان کی زبان پر لفظ قال رسول اللہ جاری ہوا، بے قرار ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ الفاظ مذکورہ کہہ کر یہ الفاظ کہتے '' انشاءاللہ یا اس سے بڑھ کر یا اس کے قریب یا اس سے کم۔''(۲۴)

حضرت علقمہ بن قیس بیان کرتے ہیں کہ:

> ''حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے مگر کبھی قال رسول اللہ نہیں فرماتے تھے مگر صرف ایک بار آپ کی زبان سے قال رسول اللہ نکل گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کانپ رہے ہیں جس عصا پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ بھی ہل رہا تھا۔''(۲۵)

اسی احتیاط کے پیش نظر آپ روایت کرتے وقت بالعموم اس کی نسبت براہ راست آنحضرت ﷺ کی جانب کرتے ہوئے احتراز کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قبول اسلام کے بعد شب و روز صحبت رسول میں گزارنے کے باوجود محدثین آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد محض ۸۴۸ بیان کرتے ہیں۔(۲۶)

نہ صرف خود احتیاط فرماتے تھے بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی روایت حدیث میں شدید احتیاط کی تاکید کیا کرتے تھے۔ ان کے شاگرد حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اکثر افسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ بہت جلد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اہل علم باقی نہ رہیں گے اور مذہبی و دینی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے گی جو اپنی جہالت کی وجہ سے ہر معاملہ میں قیاس آرائی کریں گے۔(۲۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سیرت و کردار اور علم و فضل میں نمایاں و ممتاز مقام پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ امور جہاں بانی کی قابلیت و اہلیت سے بھی متصف تھے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے انتظامی امور میں ان کو مصروف نہ کیا تاہم حضور ﷺ آپ کی فکری پختگی، اصابت رائے اور معاملہ فہمی میں آپ کی مہارت کا علی الاعلان تذکرہ فرماتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

''ابن مسعود کی ہدایت اور حکم کو مضبوط پکڑے رہو۔''(۲۸)

اس فرمان کے ذریعہ گویا آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن مسعودؓ کی انتظامی اہلیت و قابلیت اور علم و فقہ کا اعتراف کیا ہے۔ عملی طور پر باقاعدہ ان صلاحیتوں کا اظہار وصال نبوی کے بعد ہوا۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سلطنت اسلامیہ کے دست و بازو بنے رہے۔ فتنۂ ارتداد کے دوران جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینے کو حفاظت کے خیال سے مستحکم کرنا چاہا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں آپ نے شہر کے کمزور مقامات کی نگرانی کے لیے منتخب کیا تھا۔ انہوں نے یرموک کے معرکہ میں بھی حصہ لیا تھا۔ عہد فاروقی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی علمی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیتوں کا نمایاں و قابل قدر کردار اس وقت نظر آتا ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے 25ھ میں آپ کو نہ صرف کوفہ کا قاضی بلکہ بیت المال کا منتظم و مہتمم، مسلمانوں کے تعلیمی و مذہبی امور کا نگران اور امیر کوفہ کا وزیر بھی مقرر کیا۔(۲۹)

یوں بیک وقت ان اہم اجماعی و تعمیری مناصب پر آپ کی تقرری گویا آپ کے علم و فضل، فہم و تدبر، اصابت رائے اور دینداری و فراست کا اعتراف ہے مذکورہ مناصب پر آپ کی تقرری کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ عہد فاروقی کی نومفتوحہ سرزمین عراق قدیم تہذیب و ثقافت کی حامل سرزمین (خطہ) تھا۔ اس سرزمین میں بابلی، آشوری، کلدانی، ایرانی اور یونانی تہذیبوں کا ملاپ ہوا تھا لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پیچیدہ خطے کے انتظامی معاملات کو سنبھالنے کے لیے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو علم، فراست اور ذہانت کی مرقع ہو اور عراق کے تہذیبی سمندر میں داخل ہو کر اسلامی تہذیب و تمدن کے لیے گنجائش پیدا کر کے اس سرزمین میں اسلام کی جڑیں مضبوط

کر سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس منصب کے لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص اہل نہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جوہر شناس نگاہوں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہمیت و وقعت کا اندازہ اس فرمان کے بھی کیا جاسکتا ہے جو آپ کی تقرری کے موقع پر حضرت عمرؓ خلیفہ وقت کی جانب سے اہل کوفہ کے نام تحریر کیا گیا تھا۔ آپ نے تحریر کیا تھا کہ:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو میں نے قسم ہے رب کی اپنے اوپر ایثار کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے۔''(۳۰)

صاحب علم شامی محقق ڈاکٹر محمد رداس قلعہ جی کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفقہ فی الدین کی گواہی اہل علم اور اہل فضل صحابہ کرام نے دی ہے۔ اگرچہ ابن مسعود کے علم وفضل کو مدینہ میں وہ مقام و شہرت حاصل نہ ہوئی، جس قدر خطہ عراق آپ کی علمیت وفضیلت سے روشن و منور ہوا۔ اس صورتحال کا ایک سبب مدینہ منورہ میں فتویٰ دینے والے بڑے بڑے اہل علم صحابہ کرام کی کثیر تعداد میں موجودگی تھی۔ دوسرے یہ کہ مدنی معاشرہ کی اس حالت میں کوئی بڑا تغیر رونما نہ ہوا تھا جس پر رسول اللہ ﷺ اس کو چھوڑ کر گئے تھے۔ تاہم مدینہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حیثیت ایک ایسے عالم کی تھی جن کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی تھیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حکم فاروقی کی تعمیل میں مدینہ سے کوفہ منتقل ہوئے۔ یہاں آپ نے تہذیبی طوفان کا مقابلہ کرتے ہوئے نئے نئے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کیا۔ چنانچہ آپ کی حیثیت کوفہ میں سب سے بڑے اور سربرآوردہ عالم کی ہوگئی اور سائلین وطالبان علم آپ کے چشمہ فیض سے فیضیاب ہونے کے لیے آپؓ کے گرد جمع ہوگئے۔ آپ ان میں اپنی ذات کے اندر موجود علم کو منتقل کرنے لگے۔ ان کے متعلق آپؓ کہا کرتے تھے ''تم میرے دل کی جلا ہو۔''(۳۱)

کوفہ میں آپ کی تدریس کے نتیجہ میں فقہا کی ایک پوری جماعت تیار ہوگئی جن میں نمایاں ترین آپ کے مشہور فقہا، علقمہ بن قیس نخعی، اسود بن یزید نخعی، مسروق بن الاجدع، عمرو بن شرجیل ہمدانی اور حارث بن قیس جعفی ہیں۔ ان جلیل القدر تابعی شاگردوں نے اپنے استاد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم اور فتاویٰ کو نہ صرف قلوب واذہان میں محفوظ کیا بلکہ انہیں تحریری شکل بھی دی۔ ابن جریر طبری کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا ایسا کوئی شخص نہیں گزرا جس کے حلقہءدرس میں اس قدر مشہور لوگ ہوں اور جنہوں نے استاد کے فتاویٰ اور فقہی مسلک کو تحریری شکل دے دی ہو۔ ان شاگردوں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ کے سب سے بڑے حافظ اور سب سے بڑے پیروکار علقمہ بن قیس نخعی تھے۔ کیونکہ وہ استاد کے پاس سب سے زیادہ وقت گزارا کرتے تھے۔ دن رات کی کوئی قید نہ

تھی۔ علقمہ اپنے استاد محترم کے خدمت گزار بھی رہے۔ ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ علقمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشابہ تھے۔(۳۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ان شاگردوں میں سے جن لوگوں نے آپ کے علم سے استفادہ کیا ان میں ابراہیم نخعی، عامر شعبی اور حکم بن عتیبہ زیادہ معروف ہیں۔ اور ان میں بھی سب سے زیادہ مشہور و نمایاں ابراہیم نخعی تھے۔ ابراہیم نخعی جلیل القدر تابعی ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں باریابی حاصل کی تھی، اپنے استاد علقمہ نخعی سے نہ صرف قرابت داری تھی۔ بلکہ علقمہ نخعی نے انہیں بچپن ہی سے گود لے لیا تھا، چناچہ عمر حیات کا ایک بڑا حصہ اپنے استاد محترم کی معیت و رفاقت میں بسر کیا۔ نتیجتاً ان کی فقہ کو سب سے زیادہ اپنے قلوب و ذہن میں محفوظ کیا۔ گویا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی ذخیرہ علقمہ کے واسطے سے ابراہیم نخعی کو منتقل ہوا۔ ان شاگردوں کی پیروی اور تحصیل علم کے حوالے سے لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر تم علقمہ کو دیکھ لو پھر ابن مسعود کو نہ دیکھ سکو تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ علقمہ شکل و صورت اور راست روی میں سب سے بڑھ کر حضرت ابن مسعود کے مشابہ ہیں اور اگر تم ابراہیم نخعی کو دیکھ لو تو پھر اگر علقمہ کو نہ دیکھ سکو تو تمہیں اس کی پرواہ نہیں ہونی چاہیئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے جن شخصیات نے تحصیل علم کیا ان میں حماد بن ابی سلیمان، مسلک ابن مسعود کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ ان حضرات سے فقہ کی تحصیل کرنے والوں میں ابو حنیفہ، سفیان ثوری، محمد بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن شبرمہ اور حسن بن صالح وغیرہ شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی فقہ بلکہ جملہ اہل عراق کی فقہ اپنے اصولوں کے لحاظ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ سے منسلک ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فکر علم اور طرز استدلال عراقی مکتبۂ فکر کے ستون اور خشت اوّل کی حیثیت رکھتے ہیں۔(۳۳)

حوالہ جات

۱۔ شروانی، حبیب الرحمٰن خان۔ (س ن)۔ ''امام ابو حنیفہ اور ان کے ناقدین'' کراچی قدیمی کتب خانہ۔ ص ۶۱

۲۔ ابن اثیر۔ عزّالدین۔ (س ن)۔ '' اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ'' (مترجم مولانا محمد عبدالشکور فاروقی)۔ لاہور، میزان۔ جلد پنجم۔ ص ۳۶۲

۳۔ حنیفہ رضی۔ (۱۹۶۷ء)۔ ''حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ'' دہلی ندوۃ المصنفین۔ ص ۲۵

۴۔ ترمذی۔ ابو عیسیٰ محمد عیسیٰ۔ (س ن)۔ ''جامع ترمذی'' (مترجم مولانا ناظم الدین)۔ لاہور مکتبۃ العلم۔ جلد دوم۔ ص ۵۱۷

۵۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد عیسیٰ، جامع ترمذی، ص ۲۸

۶۔ ابن سعد۔ ابو عبداللہ محمد۔ (۲۰۰۳ء)۔ ''طبقات ابن سعد'' (مترجم علامہ عبداللہ العمادی)۔ کراچی دار الاشاعت۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۳

۷۔ حنیفہ رضی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ، ص ۳۲۔ ۳۳

۸۔ ابن جوزی۔ جمال الدین ابی الفرج۔ (۱۹۸۵ء)۔ ''صفۃ الصفوۃ'' بیروت لبنان دار المعرفۃ۔ جلد اول۔ ص ۳۹۵۔ ۳۹۶

۹۔ شروانی حبیب الرحمن خان، امام ابو حنیفہ اور ان کے ناقدین، ص ۶۴

۱۰۔ ابن اثیر، عزّالدین ''اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ص ۳۶۳

۱۱۔ ابن سعد ابو عبداللہ محمد، طبقات ابنِ سعد، ص ۲۶۰

۱۲۔ القشیری۔ حافظ ابوالحسین مسلم بن الحجاج۔ (۲۰۰۷ء)۔ ''صحیح مسلم شریف'' (مترجم مولانا عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)۔ کراچی ادارۂ اسلامیات۔ جلد سوم۔ ص ۵۶۳

۱۳۔ امام احمد بن حنبل۔ (س ن) ''مسند امام احمد بن حنبل'' (مترجم مولانا محمد ظفر اقبال)۔ لاہور مکتبۂ رحمانیہ۔ جلد اوّل۔ حدیث ۳۵۔ ص ۹۰

۱۴۔ امام احمد بن حنبل۔ (س ن) ''مسند امام احمد بن حنبل'' ص ۹۰

۱۵۔ القشیری۔ محولہ بالا۔ ص ۵۶۵

۱۶۔ اصفہانی شافعی۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ۔ (۲۰۰۶ء)۔ ''حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء'' (مترجم مولانا محمد اصغر مغل)۔ کراچی دار الاشاعت۔ حصّہ اوّل۔ ص ۱۲۱

۱۷۔ ایضاً۔ ص ۲۱۰

۱۸۔ القشیری۔ حافظ ابوالحسین مسلم بن الحجاج۔ (۲۰۰۷ء)۔ ''صحیح مسلم شریف'' (مترجم مولانا عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)۔ کراچی ادارۂ اسلامیات۔ جلد سوم۔ ص ۵۶۶

۱۹۔ حنیفہ رضی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ، ص ۹۳

۲۰۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد عیسیٰ، جامع ترمذی، ص ۵۴۷

۲۱۔ اصفہانی شافعی۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ۔ (۲۰۰۶ء)۔ ''حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء'' ص ۱۲۱

۲۲۔ القشیری۔ حافظ ابوالحسین مسلم بن الحجاج۔(۲۰۰۷ء)۔''صحیح مسلم شریف''(مترجم مولانا عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی)۔ کراچی ادارۂ اسلامیات۔ جلد سوم، ص ۶۳۔ ۶۴
۲۳۔ اصفہانی شافعی۔ حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ۔(۲۰۰۶ء)۔''حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء''ص ۱۲۳
۲۴۔ ابن سعد ابو عبداللہ محمد، طبقات ابنِ سعد، ص ۲۶۲
۲۵۔ ایضاً
۲۶۔ حنیفہ رضی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ، ص ۱۱۴
۲۷۔ ایضاً، ص ۱۱۶
۲۸۔ شروانی حبیب الرحمن خان، امام ابو حنیفہ اور ان کے ناقدین، ص ۶۷
۲۹۔ ابن اثیر۔ عزالدین۔''الکامل ابن اثیر''۔ جلد سوم۔ ص ۳۳۵۔ ۳۳۷
۳۰۔ ابن سعد ابو عبداللہ محمد، طبقات ابنِ سعد، ص ۲۶۲
۳۱۔ قلعہ جی۔ محمد رداس۔(۲۰۰۳ء)۔ ''فقہ عبداللہ بن مسعود''۔(مترجم مولانا عبدالقیوم)۔ لاہور ادارۂ معارف اسلامی۔ ص ۳۰۔ ۳۱
۳۲۔ شروانی حبیب الرحمن خان، امام ابو حنیفہ اور ان کے ناقدین، ص ۶۷
۳۳۔ قلعہ جی، محمود داس، فقہ عبداللہ بن مسعود، ص ۶۷